72

روحانی ترقی استقامت کے بغیر نہیں ہو سکتی

(فرمودہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۲ء)

حضور انور نے تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کے افعال پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ایک خاص قانون الٰہی تمام روحانی و جسمانی معاملات میں چلتا ہے اس قانون کو نظر انداز کرنے سے انسان کبھی عمدہ ثمرہ اور پھل نہیں حاصل کر سکتا۔ جس طرف بھی ہم نظر اٹھا کر دیکھیں اور جس قسم کی اشیاء کو بھی دیکھیں یہی قانون نظر آتا ہے۔

وہ قانون یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز نہیں معلوم ہوتی کہ جس کا ثمرہ اسی سے پیدا ہو۔ جب کبھی کوئی نتیجہ نظر آتا ہے خواہ وہ روحانی اشیاء میں نظر آتا ہے۔ یا جسمانی اشیاء میں یا تمدنی معاملات میں وہ ہمیشہ دو چیزوں سے پیدا ہوا ہو گا۔ دنیا میں ہم جس خاص چیز کو دیکھتے ہیں وہ انسان ہے۔ اس میں بھی دو سے ہی بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اور درحقیقت وہ بچہ دو سے بھی نہیں پیدا ہوتا بلکہ سینکڑوں اور ہزاروں اشیاء سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ انسان غذا کھاتا ہے جو کئی چیزوں سے تیار ہوتی ہے۔ اس غذا کے نتیجہ میں بچہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر عورت کا صرف رحم ہی اس بچے کو پرورش نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے لئے غذا کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

تو بچہ نہ صرف مرد سے اور نہ صرف عورت سے پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ سینکڑوں چیزوں کے ملنے سے پیدا ہوتا ہے۔ پھر دونوں میں سے اگر ایک میں نقص ہو تب بھی بچہ پیدا نہیں ہو گا مثلاً عورت میں نقص ہو تو مرد خواہ کیسا ہی قوی ہو بچہ نہیں ہو گا۔ یا مرد میں نقص ہو تب بھی بچہ نہیں پیدا ہو گا۔ پھر بعض دفعہ دونوں میں نقص ہوتا ہے۔ ان باتوں سے معلوم ہوا کہ دنیا میں ایک چیز کام نہیں کر سکتی بلکہ کئی چیزیں مل کر کام کرتی ہیں۔ انسان کا ایک چھوٹا سا کام دیکھنا ہے۔ لیکن اس میں آنکھیں کام نہیں کر سکتیں جب تک سورج کی روشنی نہ ہو۔ اور پھر آنکھ کے خاص اعصاب نہ ہوں۔ یہی حال کانوں کا ہے۔ غرضیکہ کوئی چیز ایسی نہیں نظر آتی جو اکیلی ہی کافی ہو۔ مثلاً غلہ ہی دیکھو کبھی ایسا نہیں

ہو گا کہ گیہوں خود بخود پیدا ہو جائے۔ جب تک بیج اور زمین اور پانی نہ ہو۔ پھر سورج کی شعاع نہ ہو جب تک یہ چاروں چیزیں نہ ہوں تب تک غلہ نہیں پیدا ہو گا۔ پھر انسان کی محنت الگ ہے۔ موسم کا بھی لحاظ رکھنا پڑتا ہے۔ ان میں سے اگر کوئی ایک چیز بھی نہ ہو تو غلہ نہیں پیدا ہو گا۔

یہی حال علم کا ہے۔ علم موجود ہو لیکن پڑھنے والے کا دماغ ٹھیک نہ ہو۔ یا آنکھیں نہ ہوں۔ استاد پڑھانے والے نہ ہوں۔ پھر اور چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے فراغت ہو' توجہ ہو' استقلال ہو۔ جب تک یہ تمام چیزیں مہیا نہ ہوں تب تک علم نہیں حاصل ہو گا یہی حال روحانیت کا ہے روحانیت کے حصول میں بھی جب تک ساری کی ساری چیزیں نہ ہونگی تب تک نتیجہ نہیں پیدا ہو گا۔

روحانیت کا بھی بعینہٖ وہی حال ہے جو دوسری چیزوں کا ہے۔ بہت لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہمیں روحانیت نہیں حاصل ہوتی۔ حالانکہ وہ روحانیت حاصل کرنے کے لئے وہ کام نہیں کرتے جو اس کے لئے ضروری ہیں۔ اب مثلاً کوئی کھیت میں بیج نہ ڈالے اور کہے جی غلہ نہیں ہوتا۔ یا پھر بیج بھی ڈالے لیکن صحیح قاعدہ سے نہ ڈالے اور کہے کہ کھیتی نہیں ہوتی۔ تو اسے کون عقلمند کہے گا۔ پھر صحیح طور پر بیج بھی ڈالے لیکن پانی نہ ہو تب بھی غلہ نہیں ہو گا۔ یا پانی تو ہو لیکن تصرف الٰہی کے ماتحت مفید نہ ہو تب بھی غلہ پیدا نہیں ہو گا یا مثلاً آم کے درخت کو کوئی اکھاڑ کر کہے کہ پھل دیوے تو یہ نہیں ہو گا۔ یا وہ کہے کہ زمین آم دے یا پانی آم دے۔ تو ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ بعینہٖ یہی حال روحانی ترقیات کا ہے۔ روحانی ترقی کے ثمرات بھی حاصل نہیں ہو سکتے۔ جب تک تمام باتوں کا لحاظ نہ ہو۔

اس کے لئے اس وقت میں جس بات کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں وہ استقامت ہے جو شخص استقامت نہیں اختیار کرتا وہ روحانی ترقی بھی حاصل نہیں کر سکتا مثلاً ایک شخص صرف پانچ نمازیں پڑھتا ہے اور اتنی ہی زکوٰۃ دیتا ہے جتنی اس پر فرض ہے یا روزے جتنے اس پر فرض ہیں اتنے رکھتا ہے۔ تو یہ شخص ترقی کر جائے گا۔ لیکن ایک شخص ہے جو کبھی تو ساری ساری رات نماز پڑھتا ہے اور کبھی پانچ نمازیں بھی باجماعت نہیں پڑھتا۔ یہ کبھی روحانی ترقی نہیں حاصل کرے گا پس خوب یاد رکھو۔ جو لوگ باجماعت نماز نہیں پڑھتے وہ الگ بھی کبھی ٹھہر ٹھہر کر نماز نہیں پڑھیں گے۔ اور جو لوگ اسی طرح نماز پڑھتے ہیں وہ کبھی روحانی ترقی نہیں حاصل کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ بھی قرآن کریم میں ترقیات کے حاصل کرنے کا ذریعہ یہی فرماتا ہے۔ **واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ** (البقرہ ۴۶) کہ صبر و دعا کے ساتھ اعانت حاصل کرو۔ ایک طرف تو جس کام کو شروع کیا ہو۔ اس کو نہ چھوڑے اور پھر تکبر نہ کرے کہ میں کام کرتا ہوں بلکہ اس کے ساتھ دعا کرے۔ کوشش کے بعد خدا سے دعائیں بھی کرنی چاہئیں۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ کسی نقص کی وجہ سے غیر معمولی طور پر کوئی ایسا سامان پیدا ہو جو کوشش کو رائیگاں کر دے۔ پس یہی ایک ذریعہ ہے کامیابی کا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین میں سب سے زیادہ پسندیدہ کام وہ ہوتا تھا جس پر دوام ہو۔۱۔ یہ نہیں کہ ایک وقت تو خوب لمبی لمبی نمازیں پڑھے۔ اور پھر بالکل ہی چھوڑ دے۔

خدا کے بندوں اور دنیاوی بندوں میں یہی امتیاز ہے کہ خدا کے بندے ایک طرف استقلال کے ساتھ کوشش کرتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ دعائیں کرتے ہیں۔ پھر اسی طرح دینی و دنیاوی علماء میں یہ بھی فرق ہے کہ بڑے بڑے دنیا دار بڑھاپے میں جاکر رک جاتے ہیں۔ اور ان کی جگہ نئے لوگ آتے ہیں۔ جو نوجوان ہوتے ہیں اور ان پہلوں کو پیچھے ہٹایا جاتا ہے۔ لیکن دینی علماء جن کا خدا کے ساتھ تعلق ہوتا ہے وہ ہمیشہ ترقی ہی کرتے ہیں۔ ان کی ابتدائی اور آخری حالت میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ وہ جوں جوں جسمانی طور پر کمزور ہوتے جاتے ہیں۔ ان پر زیادہ روحانی علوم کھلتے جاتے ہیں۔ کیا یہ امر ثابت نہیں کرتا کہ نیک بندوں کا منبع اور ہے اور دنیاوی انسانوں کا منبع اور ہے۔ یہ تو بے شک کمزور ہوتے ہیں لیکن ان کا منبع کمزور نہیں ہوتا بلکہ ان کو اس وقت علوم سکھائے جاتے ہیں جبکہ رات کو لوگ آرام کر رہے ہوتے ہیں۔

پس انسان جس کام کو شروع کرے اس پر مداومت کرے چھوڑے نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا کہ فلاں کی طرح نہ ہو جانا جو پہلے تہجد پڑھا کرتا تھا اور پھر چھوڑ دی۔۲۔ تو درحقیقت یہ بڑی بری بات ہے کہ انسان ایک کام شروع کرکے پھر اسے چھوڑ دے۔ دیکھو اگر تم کل کی طرح آج بھی کام کرو گے تو کل کا کام بھی تمہارے کام آئے گا۔ لیکن اگر آج کام نہیں کرو گے تو کل کا کیا ہوا کام بھی ضائع ہو جائے گا تمہاری کل کی خدمتیں کل کے روزے کل کی نمازیں کام نہیں دے سکتے۔ جب تک آج بھی اسی جوش کے ساتھ کل والے کام نہ کرو گے۔ پس اپنے اعمال میں جھٹکے نہ دو۔ جو شخص اپنے اعمال میں جھٹکے دیتا ہے اس کے لئے بڑے خطرے کا مقام ہے۔ اپنے خلوص اور نیکی میں ترقی کرو کل سے آج تمہاری ترقی ہو۔ میں دیکھتا ہوں کہ بہت لوگوں میں اور خصوصاً طالب علموں میں یہ بڑا مرض ہے کہ وہ ایک وقت میں اپنی ہمت سے بڑھ کر کام کرتے ہیں۔ اور پھر تھوڑی مدت کے بعد بالکل ست ہو جاتے ہیں۔ اس کی بجائے اگر وہ پہلے ہی اپنی طبیعت پر بوجھ ڈال کر اور جبر کرکے تھوڑا کام کریں۔ اور اپنے اندر ذخیرہ جمع رکھیں۔ تو اگلے دن پہلے سے زیادہ ہمت کے ساتھ کام کر سکیں۔

اس دوام سے میرا یہ مطلب نہیں کہ میں قبض و بسط سے انکار کرتا ہوں۔ مگر ایک قبض وہ ہے جو خود انسان اپنے اندر پیدا کرتا ہے۔ یہ قبض اچھی نہیں۔ اور ایک وہ قبض ہے جو خود بخود ایک حد تک انسان کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ قبض کی مثال رسہ کشی کی سی ہے۔ ایک شخص دوسرے شخص سے رسہ کھینچ کر لے جائے تو اس کا قصور نہیں۔ لیکن اگر یہ تھوڑا سا کھینچ کر ہمت ہار کر بیٹھ

جائے تو یہ اسکی سستی ہوگی۔ تو قبض و بسط کا سلسلہ اور ہے اس میں قبض بھی ترقی کا ذریعہ ہوتی ہے۔ اور اس کی ایسی مثال ہے۔ جیسے کوئی کسی کو جبراً پکڑ کے لے جائے۔ یا مثلاً نماز میں وہ ذوق اور شوق نہ ہو جو اسے پہلے حاصل تھا۔ لیکن باوجود اس کے پھر وہ توجہ سے پڑھتا ہے اور اسے چھوڑتا نہیں تو یہ قبض کہلائے گی لیکن یہ ترقی کا ذریعہ ہوگی اور اگر چھوڑ دے تو پھر وہ قبض نہیں کہلائے گی بلکہ اس کی سستی ہوگی۔ تو روحانیت کا یہ ایک جزو ہے کہ انسان اعمال میں دوام اختیار کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا انجام بخیر کرے۔ ہم ہمیشہ آگے ہی ترقی کریں اور اس کی رحمت کے نیچے رہیں۔ اور ایسا نہ ہو کہ ہمارا قدم پیچھے پڑے بلکہ ہم آگے ہی آگے بڑھتے جائیں۔

(الفضل ۳۱ر اکتوبر ۱۹۲۲ء)

❁ ❁ ❁

۱۔ بخاری کتاب الایمان باب احب الدین الی اللہ ادومہ

۲۔ ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوۃ باب ماجاء فی قیام اللیل